عربی اور اردو مزاحمتی شاعری میں مسئلہ فلسطین

(ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم)☆

Abstract

The Arabic poetry is very vich poetry on resistance literary currents on Pelistine and comprises upon the master peices of the world.

With the arrival of poems of the Palestinian poets dealing with the topic of resistance to the capitals of other Arab countries in the sixties of the twentieth century, especially after the war of June 1967, Arab intellectuals began to use the term "resistance literature" and "resistance poetry" and started to write poems expressing the suffer of their brothers in Palestine. These poets addressed the issue of Palestine as an issue of Arab-Islamic world first, and called to fight Israel and liberate Palestine from its grip.

On other hand many Arab poets dealt with the question of Palestine as a pure Muslim issue before it would be purely Arab, and stressed that the best solution of this issue is declaration of Jihad. The Arabic poetry of resistance about Palestine crisis can be divided to four periods:

1 - The first period (1917 - 1948), 2 - The second period (1948 - 1967).

3 - The third period (1967 - 1987), 4 - The contemporary period (from 1987 and still ongoing).

Urdu poetry has also focused the Palestine cause as will as the Kashmir issue, and this paper is dealing with the reflection of Palestine crisis in the Arabic and Urdu poetry.

☆ فارن پروفیسر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

فصلِ اول:

مزاحمت اور مزاحمتی ادب

ظلم کے خلاف مزاحمت انسانی فطرت میں شامل ہے۔ یہ کسی شخص، گروہ یا ملک کے ظلم کے خلاف ایک فطری اور فوری ردعمل ہے۔ دوسرے معنوں میں مزاحمت جارحیت اور زیادتی کے شکار بننے والے کے ظالم کے خلاف ایک ''فعل'' کا نام ہے، چنانچہ ظلم کا واقع ہونا مزاحمت کا جواز ہوتا ہے اور اس ظلم کو تسلیم نہ کرنا مزاحمت کا منبع اور محرک کی حیثیت رکھتا ہے۔

مزاحمت کا آغاز اگر چہ بغیر کسی منصوبہ بندی کے ہوتا ہے لیکن ظلم وزیادتی کا مسلسل واقع ہونا اُسے منظم شکل اور فعال حکمت عملی اختیار کرنے پر مجبور کردیتا ہے، اسی حکمت عملی کی بدولت مزاحمت اتنی شدت اختیار کر جاتی ہے کہ بالآخر اس کے دباؤ میں ظالم کو اپنے ظلم سے باز آنا اور مظلوم کو اس کے جائز یا چھینے ہوئے حقوق واپس کرنے پڑتے ہیں۔ اسلام ظالم کو ظلم سے روکنے کا حکم دیتا ہے اور ظلم وزیادتی کو تسلیم نہ کرنے کی تلقین کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کی اسلامی تاریخ انفرادی اور اجتماعی مزاحمت سے بھری پڑی ہے۔

موضوع کی مناسبت سے یہاں ہماری مراد اس مزاحمت سے ہے جو کوئی قوم، ملک یا امت ظالم اور جارح قوم، ملک یا امت کے خلاف سرانجام دیتی ہے۔ یہ مزاحمت فعل سے ہوتی ہے جسے عسکری مزاحمت کہتے ہیں۔ اور قول وفکر سے بھی ہوتی ہے جس کا اظہار شعر ونثر کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ اسلامی سطح پر اس ادب کی نمائندگی مسئلہ فلسطین وکشمیر کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ادب کرتا ہے چاہے اس ادب کی زبان عربی ہو یا اردو یا کوئی اور زبان ہو۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ انسانی سطح پر کسی ملک کے اندر ظلم وبربریت اور انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف لکھنا مزاحمتی ادب میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ کسی ملک میں شریعت، آئین اور قانون کی خلاف ورزی، آمریت، دہشت گردی اور آزادی اظہار، آزادیء روزگار اور آزادی نقل وحرکت پر پابندیاں مزاحمتی ادب کا موضوع ہیں۔ کبھی کبھی یہ موضوعات سیاسی ادب، احتجاجی ادب یا انقلابی ادب کے ذیل میں بھی آتے ہیں اگر چہ حقیقت میں یہ سب مزاحمت کے مختلف مراحل کا اظہار ہیں اور ان سب کا مقصد اعلی ظلم کو ختم کرنا، آزادی حاصل کرنا اور ملک میں بہتر تبدیلی لانا ہوتا ہے۔

مزاحمت کے حوالے سے جو ادبی تخلیقات کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ہم مزاحمتی ادب کی تعریف اس طرح کرسکتے ہیں کہ وہ ادب جو کسی قوم کے وجود اور تشخص کا دفاع کسی جارح ظالم کے مقابلے میں کرتا ہے تاکہ ایک طرف سے یہ ظالم اپنی جارحیت سے باز آئے، چھینے ہوئے حقوق حقداروں کو واپس کردے اور دوسری طرف اس قوم کا

تشخص قائم رہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آزادی، مزاحمتی ادب کا مقصد اعلی ہے وہ انفرادی آزادی کی بجائے اجتماعی آزادی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز مزاحمتی ادب کو دوسری ادبی تخلیقات سے الگ کرتی ہے۔ مزاحمتی ادب حقیقت میں ایک انسانی ادب ہے جو اپنے قاری کے اندر خودی کا شعور پیدا کرتا ہے اور ظالم کے بارے میں جانکاری مہیا کرتا ہے۔ آزمائشوں، مجبوریوں اور جارحیت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ اس سلسلے میں مزاحمتی ادب، صبر، عزیمت واستقلال، بہادری وشجاعت اعتماد اور جرات جیسے اعلی اقدار پر زور دیتا ہے تاکہ ظلم کے نتیجے میں مظلوم انسانوں کی دادرسی، تباہ شدہ ملک کی از سرنو تعمیر اور زندگی صحیح راستے پر رواں دواں ہو سکے۔ مزاحمتی ادب کی خصوصیات میں سے چند خصوصیات قابل ذکر ہیں:

(۱) مسئلے کی حقانیت پر مبنی جذبات کی شدت۔

(۲) ظلم کی شدت اور جارحیت کی انتہا پر مبنی مقصد اعلی کا واضح ہونا۔

(۳) خلوص اور سچائی

(۴) اکثر یہ ادب سادگی سے متصف اور محسنات لفظی اور رمز و ایماء سے دور ہوتا ہے تاکہ پڑھنے اور سننے والوں پر فوری اثر کرے، اس کے باوجود یہ ادب فنی اعتبار سے اعلی نمونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

(۵) کبھی کبھی اس ادب میں ایک قسم کا پروپیگنڈا شامل ہو جاتا ہے جس کا منفی اثر ادب کے فنی معیار پر اس طرح پڑتا ہے کہ اس میں تخیل اور تمثیل کے پہلو کم نظر آتے ہیں، لیکن یہ منفی اثر ہمیں مزاحمتی ادب کے ان تخلیقات میں نظر آتا ہے جو جنگ وجدل سے متعلق ہوتی ہیں۔ جبکہ دوسری تخلیقات جو معاملات بشری کو موضوع بناتی ہیں وہ اکثر فنی اعتبار سے بلند پایہ ہوتی ہیں۔

مزاحمتی ادب کا مقصد اعلی عموماً یہ ہوتا ہے:

(۱) عالمی برادری کے سامنے ظالم کی جارحیت کو عیاں کرنا۔

(۲) عوام کو دشمن کا سامنا کرنے، اپنی دفاع اور کامیابیوں کی حفاظت کرنے پر ابھارنا۔

(۳) دشمن کے موقف کو تسلیم نہ کرنا اور اپنے ہم وطنوں میں بہادری اور شجاعت کا جذبہ پیدا کرنا اور ان کو مایوسی اور ناامیدی سے دور رکھنا۔

(۴) دشمن کے سوچے سمجھے حملوں کے مقابلے میں تشخص، اعلی اقدار، عقائد واخلاق اور رسم ورواج کی حفاظت کرنا تاکہ دشمن اپنے مقاصد پورا کرنے میں ناکام رہے۔

جہاں تک ادب المقاومۃ یعنی مزاحمتی ادب کی اصطلاح کا تعلق ہے تو یہ عالم عرب میں ادبی وثقافتی حلقوں کی سطح پر گزشتہ صدی کے نصف ثانی اور خاص کر ۱۹۶۷ء کی شکست کے بعد معروف ہونے لگی۔ یہ اس وقت ہوا جب مقبوضہ فلسطین محمود درویش (۱) اور سمیح القاسم (۲) جیسے شعرا کی چند نظمیں عرب ممالک کے پڑھے لکھے طبقے تک پہنچیں اس وقت ان شعراء کو مزاحمتی شعراء کہا جانے لگا ۔اس کے بعد ادب کی دوسری اصناف میں لکھے جانے والے مزاحمتی ادب کا تعارف بھی ہوا اور یوں ادب المقاومۃ یعنی مزاحمتی ادب کی اصطلاح رائج ہوئی (۳)۔

فصلِ دوم:

عربی مزاحمتی شاعری اور مسئلہء فلسطین

مسئلہ فلسطین کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عرب شاعری کو چار مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ: سازشوں کا مرحلہ (1917-1948ء) تک یعنی اعلان بالفور 1917ء کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔اسی سال فلسطین پر برطانیہ کا انتداب Mendate قائم ہوا۔حقیقت میں یہ مرحلہ اعلان بالفور سے پہلے اس وقت شروع ہوا جب یہودیوں نے فلسطین کو اپنا قومی وطن بنانے کے ناپاک عزائم کا اظہار کیا (۴)۔اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے یہودیوں نے سازش، رشوت، تشدد، دہشت گردی اور مختلف ناجائز حربوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ پہلے مرحلے کی نمائندگی ابراھیم طوقان (۵) کرتا ہے۔اعلانِ بالفور کے سلسلے میں وہ انگریزوں کو مخاطب کر کے اُن کی وعدہ خلافی اور یہودیت نوازی پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں :

قد شهدنا لعهد كم بالعداله — وختمنا لجند كم بالبساله
وعرفنا بكم صديقا وفيا — كيف ننسىٰ انتدابه واحتلاله
وخجلنا من (لطفكم) حين قلتم — وعد (بلفور) نافذ لا محاله
كل أفضالكم علىٰ الرأس والعين — وليست فى حاجة للدلاله

ترجمہ:

ہم گواہی دیتے ہیں کہ تمہارا دور حکومت انصاف کا دور ہے ۔اور تمہاری فوج بہادر ہے۔
ہمیں تمہاری شکل میں ایسا وفادار دوست ملا جس کا انتداب (مینڈیٹ) اور ہماری سرزمین پر قبضے کو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔
تمہاری عنایت ومحبت سے ہمیں اس وقت شرمندگی ہوئی جب تم نے کہا کہ اعلانِ بالفور کی تعمیل ہو کر رہے گی۔
تمہارے احسانات سر اور آنکھوں پر ہیں۔انہیں ثابت کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

بعد ازاں وہ عرب حکام کے آپس میں اختلافات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں طنزیہ انداز میں متنبہ کرتا ہے کہ

اگر تم ایسے ہی اختلافات کا شکار رہے تو بعید نہیں کہ پورا ملک ضائع ہو جائے۔ کہتے ہیں :

أنتم المخلصون للوطنيه　　أنتم الحاملون عبء القضيه

أنتم العاملون من غير قول　　بارك الله في الزنود القويه

و (اجتماع) منكمو يرد علينا　　غابر المجد من فتوحِ أميه

ما جحدنا أفضالكم غير أنا　　لم تزل في نفوسنا أمنيه

في يديكم بقية من بلاد　　فاستريحوا كي لا تطير البقيه

ترجمہ: ہم مانتے ہیں کہ تم وطن سے مخلص ہو۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ تم ہمارے مسئلے کا پورا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہو۔ اور

تم خاموشی سے کام کرنے والے ہو۔ اللہ تمہارے بازوؤں کی قوت میں اور برکت ڈالے

ہمیں یقین ہے کہ تمہاری ایک ہی میٹنگ سے ہماری پرانی کامیابیاں واپس لوٹ سکتی ہیں

ہم تمہارے تمام احسانات کے معترف ہیں۔ مگر ایک درخواست ہے۔

ابھی بھی ملک کا ایک حصہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ خدارا آرام سے بیٹھو ورنہ یہ حصہ بھی ضائع ہو سکتا ہے۔ (٦)

دوسرا مرحلہ ۱۹۴۸ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۹۶۷ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس مرحلے میں اسرائیل کا قیام عمل میں آیا۔ جنگ چھڑ گئی۔ عرب افواج کو شکست ہوئی۔ اور نتیجہ فلسطین کا آدھا حصہ اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا (٧)۔ اس مرحلے میں جن شعرا کے نام مزاحمتی شاعری کے حوالے سے معروف ہوئے ان میں احمد زکی ابو شادی (٨)۔ بدر شاکر السیاب (٦)۔ اور عبد الوهاب البیاتی (١٠) کے نام شامل ہیں۔

تیسرا مرحلہ ۱۹۶۷ء سے شروع، اور ۱۹۸۷ء پر ختم ہوتا ہے۔ اس عرصے میں عربوں کو اسرائیل کے ہاتھوں دوبارہ شکست ہوئی۔ اس شکست کے نتیجے میں بقیہ فلسطین پر اسرائیل کا قبضہ ہوا۔ جن شعرا کے نام اس مرحلے میں مزاحمتی شاعری کے حوالے سے معروف ہوئے ان میں محمود درویش، سمیح القاسم اور فدوی طوقان (١١) کے نام شامل ہیں۔ محمود درویش کا مشہور نظم (أنا عربي : شناختی کارڈ) اس مرحلے کی نمائندہ نظم ہے۔ کہتے ہیں:

سجل

أنا عربي

ورقم بطاقتي خمسون ألف

وأطفالي ثمانية

وتاسعهم

سيأتي بعد صيف!

فهل تغضب؟

سجل

أنا عربي

وأعمل مع رفاق الكدح في محجر

وأطفالي ثمانية

أشق لهم

رغيف الخبز

والأثواب

والدفتر

من الصخر

ولا أتسول الصدقات

من بابكم

فهل تغضب

أنا اسم بلا لقب

صبور في بلاد كل ما فيها

يعيش بفورة الغضب

جذوري

قبل ميلاد الزمان رست

وقبل تفتح الحقب

وقبل الزرع والزيتون

وقبل ترعرع العشب

أبي

من أسرة الحراث

لا من سادة نجب

وجدي

كان فلاحاً

بلا نسب ...... ولا نسب

وبيتي

كوخ ناطور

من الأعواد والعقب.

فهل ترضيک منزلتي

سجل

أنا عربي

ولون شعري قمحي

وأطيب ما أحب من الطعام

الزيت والزعتر

وعنواني

أنا من قرية عزلاء ...... منسية

شوارعها بلا أسماء

و كل رجالها ...... في الحقل والحجر

سجل

أنا عربي

سلبت كروم اجدادي

وأرضاً كنت أفلحها

أنا وجميع أولادي

ولم تترک لنا

و لكل أحفادي

سوی هذه الصخور

فهل ستأخذها

حكومتكم كما قيل

اذن

سجل برأس الصفحة الأولى

أنا لا أكره الناس

ولا أسطو على أحد

ولكني إذا ما جعت

آكل لحم مغتصبي!

حذار ...... حذار ...... من جوعي!

ومن غضبي". (۱۲)

ترجمہ:

لکھ لو بیشک

میں ایک عرب ہوں

کارڈ نمبر پچاس ہزار

آٹھ بچے ہیں

نواں اگلی گرمیوں میں جنم لے گا

کیوں تم پریشاں ہو گئے؟

لکھ لو بیشک

میں ایک عرب ہوں

پیشہ، ہمجولیوں کے ساتھ پتھر تراشنا

روزی کمانا، کپڑے کتابیں

بچوں کے لیے ضروری ہیں

تم جانتے ہو

میں کبھی تمہارے در پر
بھکاری بن کر کھڑا نہیں ہوں گا
کیا تمہیں غصہ آ رہا ہے
میرا کوئی نام نہیں ہے
صابر، جہاں سب کچھ غصہ کی آگ میں
دہکتا ہے
میں یہاں جڑیں کھودتا ہوں
زیتون اور دوسرے پیڑوں کے آگے
ہل جوتنے والوں کی نسل کا ہوں
میرے والد محض ایک معمولی کسان
کوئی خاندانی باغ نہیں
کوئی پیڑ بھی نہیں
میرا گھر صرف سرکنڈوں کی جھونپڑی ہے
کیسا لگتا ہے یہ ایک انسان کے لیے؟
لکھ لو بیشک
میں ایک عرب ہوں
بالوں کا رنگ گہرا کالا
آنکھیں بھوری
خاص نشان
پسندیدہ کھانا، زیتون کا تیل اور جڑ پتیاں
پتہ: ایک بھولا ہوا بے نام گاؤں
جہاں گلیوں کا نام نہیں
اور سبھی لوگ کھیتوں اور کیاریوں میں ہوتے ہیں
لکھ لو بے شک

میں ایک عرب ہوں
تم نے میرے انگور کے باغات لوٹے ہیں
اور وہ زمین جسے جوتتا تھا
تم میرے بچوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا
سوائے چٹانوں کے
اور میں نے سنا ہے
تمہاری سرکار چھیننے والی
ان پتھروں کو بھی
اچھا تو اب لکھ لو سب سے پہلے
مجھے کسی سے نفرت بھی نہیں ہے
نہ میں کسی کی چوری کرتا ہوں
لیکن جب مجھے بھوکوں مارا جائے گا
تو میں اپنے دشمنوں کو کھا جاؤں گا
خبردار!
میری بھوکوں اور میرے غصے سے۔

چوتھا مرحلہ ۱۹۸۷ء سے شروع ہوتا اور آج تک چل رہا ہے۔ اس دور میں دو فلسطینی انتفاضہ ہوئے، یعنی پہلا انتفاضہ (انتفاضة الحجارة: پتھروں کا انتفاضہ :۱۹۸۷ء) ،اور دوسرا انتفاضہ، یعنی انتفاضة القدس ۲۰۰۰ء۔ اور آخر میں غزہ پر اسرائیل کی جارحیت (دسمبر ۲۰۰۸ء۔ جنوری ۲۰۰۹ء) ہوئے۔ اس مرحلے میں بہت سارے شعرا کے نام آتے ہیں جن میں احمد عبد الرازق الخانی (۱۳)، فاروق جویدہ (۱۴)، ھلال الفارع، خمیس اور لطفی منصور (۱۵) شامل ہیں۔ خمیس اپنی نظم (علیٰ ھامش انتصار غزة: غزہ کی جیت کے حاشیے پر) کہتے ہیں:

اليوم يا حبيبتي
وبعدما سهرت ، أستطيع أن أنام
وأستطيع بعدما بكيت الابتسام
وشكر ربي أولا

وثانيا كتائب القسام

اليوم أستطيع أن أقول اننا

رغم الحصار والدمار والأسىٰ

وقلة الدواء ،والشراب والطعام

قد انتصرنا مرتين ، مرة علىٰ بني صهيون

ثم مرة أخرىٰ علىٰ الحكام (١٦)

ترجمہ:

آج اے محبوب!

بہت رات جاگنے کے بعد میں سوسکوں گا۔

بہت رونے کے بعد میں ہنس سکوں گا۔

اس کے لئے میں سب سے پہلے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ کا۔

پھر قسام بریگیڈ یر کا

آج میں یہ کہہ سکتا ہوں

کہ نا کہ بندی، تباہی اور دکھوں کی زیادتی کے باوجود۔

خوراک، پانی اور دوائیوں کی کمی کے باوجود۔

ہم دو دفعہ جیت گئے ہیں۔

ایک دفعہ صہیونیوں پر۔

اور ایک حکام پر۔

فصلِ سوم:

اردو مزاحمتی شاعری اور مسئلہء فلسطین

جہاں تک اردو مزاحمتی شاعری میں مسئلہ فلسطین کا تعلق ہے تو جب سے یہ مسئلہ شروع ہوا اردو شعرا نے اس کی طرف بہت توجہ دی۔ اُسے اپنی شاعری کا بڑا موضوع بنایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ فلسطین بنیادی طور پر مسلمانوں کا مسئلہ ہے۔ مسلمانوں کے دل اور جذبات اس کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ اردو کے معروف شاعر مولانا ظفر علی خان نے

مسئلہ فلسطین کے اصل اسباب کو اس فتنے کے ساتھ جوڑ دیا جس کے نتیجے میں عرب سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف ہو گئے۔ اور اس سے سلطان حسین کی قیادت میں الگ ہو گئے۔ مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں:

کل تک عرب آزاد تھے لیکن ہیں غلام آج — راعی کو رعایا ترے ہاتھوں نے بنایا
ہیں کعبہ کی دہلیز پہ جس خون کے چھینٹے — خود صحنِ حرم میں ترے خنجر نے بھایا
شام اور عراق اور فلسطین کے اندر — جو فتنہ ہے برپا اُسے تو نے ہی جگایا
پیوندِ عرب تیری ہی مقراضِ جفا نے — دامانِ اناطولیہ سے قطع کرایا (۱۷)

غازیانِ فلسطین کے عنوان سے ایک نظم میں راہِ حق میں جہاد کرنے والوں کی خراجِ تحسین کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں:

کفن باندھے ہوئے صحرا سے نکلے — فلسطین کے شہادت پیشہ غازی
عزیمت اُن کی نخ نخ میں ہے ترکی — حرارت اُن کی رگ رگ میں ہے تازی
لگا رکھی ہے آزادی کی خاطر — اُنہوں نے ہر طرف سر دھڑ کی بازی
برستی گولیوں میں سر بسجدہ — کبھی دیکھے بھی ہیں ایسے نمازی! (۱۸)

بیت المقدس کی تلاش کے عنوان سے ایک طویل غزل میں کیف بنارسی اسرائیل کے قبضے میں مسجدِ اقصیٰ اور مسلمانوں کی بزدلی کی حالت پر دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ جس کے لٹنے پر غیرت نہ آئی ملت کو — وہ نقشِ مسجدِ اقصیٰ تلاش کرتا ہوں
تمام عالمِ اسلام کو جو تڑپا دے — میں سازِ دل میں وہ نغمہ تلاش کرتا ہوں
کہاں ہیں مفتیٔ دین وشرعِ متین — جہادِ شوق کا فتویٰ تلاش کرتا ہوں (۱۹)

اردو کے معروف شاعر فیض احمد فیض نے مسئلہ فلسطین کو اپنی شاعری کا ایک معتد بہ حصے کا موضوع بنایا ہے۔ فلسطینی شہدا جو پردیس میں کام آئے کے نام سے فیض مجاھدینِ فلسطین کے اندر اُمید کا بیج بوتے ہوئے کہتے ہیں:

جس زمین پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم — لہلہاتا ہے وہاں ارضِ فلسطین کا علم
تیرے اعدا نے کیا ایک فلسطین برباد — میرے زخموں نے کئے کتنے فلسطین آباد (۲۰)

اردو کے معروف شاعر امجد اسلام امجد یروشلم کے نام سے ایک نظم میں کہتے ہیں:

یروشلم، یروشلم
تری ہی سمت جائے گا اُٹھے گا جو بھی اب قدم

لکھے گا خونِ گرم سے ترا ہی نام ہر قلم

مریں گے ترے واسطے، ترے لئے جئیں گے ہم

یروشلم یروشلم (۲۱)

بہر حال مسئلہ فلسطین کا ہر پہلو عربی اور اردو کی مزاحمتی شاعری کا موضوع بنا ہے۔ انگریزوں کا مکر وفریب اور یہودیت وصیہونیت نوازی، اسرائیلیوں کے فلسطینیوں پر مظالم، دینی وتاریخی مقامات کو آگ لگانا، فلسطینی راہنماؤں کو قتل کرانا، عام فلسطینیوں کے گھر منہدن کرنا، انہیں ملک بدر کرنا، یہودیوں کی مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت، جہاد کا اعلان، کیمپوں میں مقیم فلسطینیوں کے مسائل ۔ یہ سارے موضوعات مزاحمتی شاعری کی سرخیاں بنے ۔

حواشی

۱۔ معروف فلسطینی شاعر محمود درویش ۱۹۴۲ء میں فلسطین میں پیدا ہوئے اور ۲۰۰۸ء میں فوت ہوئے۔

۲۔ معروف فلسطینی شاعر سمیح القاسم ۱۹۳۹ء میں اردن کے زرقا شہر میں پیدا ہوئے۔ مزاحمتی شاعری ہی کی وجہ سے کئی دفعہ جیل گئے۔

۳۔ عبدالحق حقانی قاسمی۔ فلسطین کے چار ممتاز شعرا۔ نئی دہلی ۱۹۹۵ء۔ ص ۳۶

۴۔ حلیمة بنت سوید الحمد۔ القضیة الفلسطینیة فی الشعر الاسلامی المعاصر۔ رابطة الأدب الاسلامی العالمیة۔ الریاض ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۳

۵۔ معروف فلسطینی شاعر ابراھیم عبدالفتاح طوقان فلسطین کے شہر نابلوس میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابراھیم طوقان معروف فلسطینی شاعرہ فدویٰ طوقان کا بڑا بھائی ہے۔ اور جوانی ہی میں ۱۹۴۱ء میں فوت ہوئے۔

۶۔ امجد اسلام امجد۔ عکس۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۱ء۔ ص ۲۷۔

۷۔ القضیة الفلسطینیة فی الشعر الاسلامی المعاصر۔ ص ۴۷۔

۸۔ مصری شاعر أحمد زکی أبوشادی قاہرہ میں ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور واشنگٹن میں ۱۹۵۵ء میں فوت ہوئے۔

۹۔ معروف عراقی شاعر بدر شاکر السیاب عراق میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور کویت میں ۱۹۴۶ء میں فوت ہوئے

۱۰۔ معروف عراقی شاعر عبدالوھاب البیاتی بغداد میں ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۱۹۹۹ء میں فوت ہوئے

۱۱۔ معروف فلسطینی شاعرہ اور ابراھیم طوقان کی چھوٹی بہن فدویٰ طوقان فلسطینی شہر نابلوس میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئیں۔ اور نابلوس ہی میں دسمبر ۲۰۰۳ء میں فوت ہوئیں۔

۱۲۔ ایمان البقاعی۔ أحلیٰ ما قیل فی الوطن۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت ۲۰۰۶ء۔ ص ۳۸

۱۳۔ أحمد عبد الرازق الخانی شام کے معروف شہر حماۃ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم وتدریس کا فریضہ شام اور سعودی عرب کے تعلیمی اداروں میں ادا کرتے رہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: القضیۃ الفلسطینیۃ فی الشعر الاسلامی المعاصر ۔ص۲۱۲۔

۱۴۔ معروف معاصر مصری شاعر فاروق جویدہ مصر کے معروف شہر کفر الشیخ میں سن ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فاروق جویدہ۔ ماتبقیٰ من بلاد الدنیا (مختارات من شعر انتفاضۃ لأقصیٰ المبارکۃ)۔ص ۳۰۷۔

۱۵۔ یہ معاصر فلسطینی شعرا ہیں اور فلسطین سے باہر رہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: غزۃ فی قلوبنا۔ معاصر فلسطینی شعرا کا ایک شعری مجموعہ ۲۰۰۹ء۔ مزید اشعار کے لئے عرب مترجمین کی بین الاقوامی تنظیم کی یہ ویب سائٹ دیکھئے: WWW.arabswata.com ۔

۱۶۔ غزۃ فی قلوبنا۔ معاصر فلسطینی شعرا کا ایک شعری مجموعہ۔ص ۹

۱۷۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مولانا ظفر علی خان، حیات ، خدمات وآثار۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۳ء۔ص ۱۹۹۔

۱۸۔ کلیات مولانا ظفر علی خان۔ مرتبہ زاہد علی خان۔ لاہور ۲۰۰۷ء۔ چمنستان۔ص ۷۳، ۷۴۔

۱۹۔ کیف بنارسی۔ بیت المقدس کی تلاش۔ کراچی ۱۹۸۱ء۔

۲۰۔ اشفاق حسین۔ فیض احمد فیض، شخصیت اور فن۔ اکادمی ادبیات پاکستان۔ اسلام آباد ۲۰۰۶ء۔ص ۲۰۲۔

۲۱۔ امجد اسلام امجد۔ کلیات گیت۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۸ء۔ص ۲۷۲۔

عربی اور اردو مصادر ومراجع

۱۔ ایمان البقاعی۔ أحلیٰ ما قیل فی الوطن۔ دار الکتاب العربی۔ بیروت ۲۰۰۶ء

۲۔ حلیمۃ بنت سوید الحمد۔ القضیۃ الفلسطینیۃ فی الشعر الاسلامی المعاصر۔ رابطۃ لأدب الاسلامی العالمیۃ۔ الریاض ۲۰۰۳ء

۳۔ فاروق جویدہ۔ ماتبقیٰ من بلاد الدنیا (مختارات من شعر انتفاضۃ لأقصیٰ المبارکۃ)

۴۔ غزۃ فی قلوبنا۔ معاصر فلسطینی شعرا کا ایک شعری مجموعہ ۲۰۰۹ء

۵۔ اشفاق حسین۔ فیض احمد فیض، شخصیت اور فن۔ اکادمی ادبیات پاکستان۔ اسلام آباد ۲۰۰۶ء

۶۔ امجد اسلام امجد۔ کلیات گیت۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۲۰۰۸ء

۷۔ امجد اسلام امجد۔ عکس۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۱ء

۸۔ عبد الحق حقانی قاسمی۔ فلسطین کے چار ممتاز شعرا۔ نئی دہلی ۱۹۹۵ء

۹۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار۔ مولانا ظفر علی خان، حیات ، خدمات وآثار۔ سنگ میل پبلیکیشنز ۱۹۹۳ء

۱۰۔ کیف بنارسی۔ بیت المقدس کی تلاش۔ کراچی ۹۸۱

۱۱۔ کلیات مولانا ظفر علی خان۔ مرتبہ زاہد علی خان۔ لاہور ۲۰۰۷ء